عظمت اولیاؒ اور علامہ اقبالؒ

بقلم حقائق رقم محترمی شاہ عبدالغنی صاحب چشتی نیازی

(دوسری قسط)

قرآن پاک کے ظاہر و باطن کے متعلق مرشد رومی فرماتے ہیں :-

حرفِ قرآں را مداں کہ ظاہر است　　زیر ظاہر باطنے ہم قاہر است

زیر آں باطن یکے بطنِ دگر　　خیرہ گردد اندرو فکر و نظر

صحیفۂ فطرت پر نظر ڈالیئے، ہر چیز کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور یہ بھی حقیقت ہے کہ باطن بمقابلۂ ظاہر بہت وسیع ہوتا ہے۔

اسی طرح ماخذ احکام قرآن و حدیث کے الفاظ کا ظاہر بھی ہے باطن بھی اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ الفاظ کی حیثیت پوست کی اور معانی کی حیثیت مغز کی ہوتی ہے۔ محض الفاظ پر نظر رکھنے والے عموماً گہرائی تک نہیں پہنچتے نہ ان کی نظر وسیع ہوتی ہے اسلام میں مختلف فرقوں کے پیدا ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہی تنگ نظری ہے، جو الفاظ و متشابہات میں اُلجھ کر رہ جانے اور حقیقت تک نہ پہنچنے سے پیدا ہوئی۔ ؎ چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

قرآن پاک کے اسی بطن معنیٰ کی اہمیت اور ظاہر بینوں کی باہمی جنگ و جدال کی لغویت ظاہر کرنے کے لئے عارف رومیؒ نے اولیاء اللہؒ کا مسلک اس شعر سے ظاہر کیا ہے۔

من ز قرآں مغز را برداشتم　　استخواں پیش سگاں انداختم

معراج علم و انسانیت : علم معقول و منقول کی معراج حصول انسانیت اور انسانیت کی معراج حصول قرب الٰہی ہے اسی لئے حضرت امام احمد حنبلؒ محدث، مفسر اور جید عالم دین ہونے کے باوجود حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں گھنٹوں مؤدبانہ بیٹھا کرتے تھے۔ حالانکہ حضرت بشر حافیؒ کو لوگ دیوانہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ امام صاحبؒ نے معترضین کو یہی جواب دیا تھا کہ میں قرآن و حدیث اور فقہ کا عالم ضرور ہوں، لیکن حضرت بشر حافیؒ خدا کا علم مجھ سے زیادہ جانتے ہیں

حضرت بہلول داناؒ، حضرت ذوالنون مصریؒ اور سینکڑوں دیگر اولیاء اللہؒ نے اپنے آپ کو لباس جنوں میں چھپایا تھا۔ مصلحت اور وجہ ہر ایک کے ساتھ مختلف ہوتی ہے بعض اوقات جذبۂ حق کے غلبہ سے سالک مجذوب ہو جاتا ہے۔ اور حالت جذب میں اس سے سینکڑوں کرامات ظاہر ہوتی ہیں لیکن اہل اللہؒ نے مجذوبوں کے پیچھے بھاگنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ وہ مغلوب الحال ہوتے ہیں اور غلبۂ جذب کے دوران میں ان سے ہدایت کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

عارف و عالم : یہ صحیح ہے کہ ہر دیوانہ ولی نہیں ہوتا۔ نہ یہ ضروری ہے کہ ہر اہل علم و خرد اسرار الٰہی کا عارف بھی ہو بہر حال یہ

امر مسلمہ ہے کہ عارف (ولی) کو ایسے عالم پر جو محض کتابی علم رکھتا ہو، فضیلت حاصل ہے۔ خواہ وہ کسی جامعہ کا دستار بند ہو، خواہ کسی یونیورسٹی کا سند یافتہ، ایسی علمی فضیلت جو دل میں خدا کا عشق نہ پیدا کرے ہرگز مستحسن نہیں ہو سکتی ؎

علمے کہ راہِ حق ننماید جہالت است　　　(سعدیؒ)

"منقول ہے کہ ملک العلماء قطب الاصفیاء مرید شمس تبریزؒ مولانا جلال الدین رومیؒ کے کتب خانے میں دو ہزار نو سو چوالیس کتابیں تھیں اور اُن کے نو سو چھتیس شاگرد تھے، علماء سے مباحثہ کرتے تھے، خود بینی و تکبر میں مبتلا تھے اور اپنے آپ کو واصلانِ حق میں سے سمجھتے تھے۔ مگر جب قطب الاولیاء خواجہ شمس تبریزیؒ سے وابستہ ہوئے کتب کا غذا ور اسباق ترک کر دیئے اور صحبت و تربیت شیخ سے قربِ الٰہی حاصل کر کے واصلانِ حق میں سے ہو گئے" [1]

اور کون نہیں جانتا کہ سلف سے لے کر آج تک جتنے اولیاء کرامؒ گذرے ہیں تقریباً سب ہی نے علوم ظاہری سیکھنے کے بعد کسی نہ کسی ولی کامل کے زیرِ تربیت رہ کر سلوک و معرفت کی تکمیل کی ہے

امرِ ولایت اور کارِ نبوت کا فرق، قرب حضور کی بنا پر ہی نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل قرار دی گئی ہے امرِ ولایت قربِ حضور ہے اور امرِ نبوت احکام الٰہی کا بندوں تک پہونچانا ہے۔ وہ وصال ہے، یہ فراق، وہ عروج ہے یہ نزول، اس میں جہت الی اللہ کا غلبہ ہوتا ہے اور اس میں (یعنی کارِ نبوت میں) جہت الی الخلق کا، وہ (یعنی امرِ ولایت) معشوق سے راز و نیاز ہے اور یہ جیسے فرائض ملازمت کی بجا آوری،

اب یہ عاشقانِ الٰہی سے پوچھو کہ دونوں میں سے کون سی صورت حال ان کے لئے زیادہ عزیز ہے اور ان کی نظر میں کس امر کو کس پر فضیلت حاصل ہے،

سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کارِ نبوت انجام دینے کے بعد اُس مقام قرب و حضور پر تشریف فرما ہوتے تھے جہاں نہ کوئی نبی مرسل پہونچا نہ کوئی مقرب فرشتہ پہونچ پاتا تھا۔ ثبوت کے لئے حدیث لی مع اللہ کا مطالعہ کافی ہے۔

حضورؐ کی امت کے اولیاء کرام کا درجہ، سرکار ابد قرارؐ کے غلام یعنی اولیاء کرامؒ بھی سرکارؐ کی غلامی میں رہتے ہوئے اور شریعت محمدیؐ کی پابندی کرتے ہوئے (علیٰ قدر مراتب) اُس مقام عالی پہ فائز ہوتے ہیں۔ جس کی بابت خود حضور ختمی مرتبتؐ کا یہ ارشاد گرامی ہے

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل، یعنی میری اُمت کے علماء (علمائے حق، اولیاء اللہؒ) بنی اسرائیل کے انبیاء کی مثل ہوں گے (تاریخ خلافت راشدہ سے وہ واقعہ بالتفصیل معلوم ہو سکتا ہے جبکہ مذکورہ بالا حدیث کی صداقت کا عملی ثبوت حضرت خلیفہ دومؓ کے زمانہ خلافت میں بعض آدمیوں نے طلب کیا تھا۔ اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ایک پرندے کے ذریعہ سے نورِ ولایت سے انبیاء بنی اسرائیل کے معجزات دکھا دیئے، چنانچہ تاریخ معز الدین میں مرقوم ہے کہ بہ زمانہ خلافت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلپر وکلائے شاہ ایران کے آئے اور حدیث شریف علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (یعنی میری اُمت کے علماء۔ مراد اولیاء اللہ رحمۃ

---

[1] معرفت مہشتم، گنج اسرار، مرتبہ حضور غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز مطبوعہ معین الارواح صفحہ ۲۷

انبیاء بنی اسرائیل کے مثل ہونگے) کی صحت معنیٰ کا ثبوت طلب کیا۔ اس پر حضرت عمرؓ انہیں ہمراہ لے کر حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اے مولاؓ اس کا سرانجام مجھ سے نہ ہو سکے گا۔[1] حضرت مولا علیؓ نے تمام اہل مدینہ کو ایک میدان میں جمع ہونے کی منادی کروائی اور خشک لکڑیوں کے ایک انبار کثیر میں آگ لگوادی۔ جب شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے تو آپ نے سب سے پہلے معجزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا یعنی لوہے کے بیلچے کو ہاتھ میں لے کر موم کی طرح نرم کرکے حاضرین کو دکھلا دیا۔ دوسرا معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ دکھایا کہ دستہ بیلچہ کا زمین پر پھینکا وہ فوراً اژدہا بن گیا۔ اور پھنکارنے لگا۔ جب مخلوق ڈرنے لگی تو آپ نے اسے پکڑ لیا۔ وہ فوراً پھر دستہ بن گیا۔ بعدازاں ان وکلاء نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا جو شخص آج مرا ہو اُسے لے آؤ۔ اتفاق سے اس روز مدینہ میں کوئی فوت نہ ہوا تھا۔ آپ آگ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ راہ میں ایک قبر ملی، آپ نے صاحب قبر کا نام حبیب لے کر آواز دی کہ یکایک قبر شق ہوئی اور اس میں سے ایک جوان صالح نمودار ہوا۔ آپ نے اس سے اس کے حالات دریافت کئے، وہ شخص داؤد علیہ السلام کا اُمتی تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اچھا اب واپس جاؤ، چنانچہ وہ شخص قبر میں غائب ہو گیا اور قبر برابر ہو گئی۔ اس کے بعد آپ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو آگ میں جانے کا حکم دیا اُنہوں نے آگ میں پہونچکر دو رکعت نماز ادا کی، پھر آپ نے اپنے فرزند سید محمد حنیف کو حکم دیا کہ ایک وکیل کو ساتھ لے کر آگ میں جائیں، چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی باہر نکل کر اس وکیل نے بیان دیا کہ آگ میں پہونچ کر اُس نے روضۂ رضوان کی زیارت کی ہے، چنانچہ تمام وکلاء حضرتؓ کے قدموں پر گر پڑے اور مسلمان ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لولا علی لہلک عمر، یعنی اگر نہ ہوتے علیؓ تو ہلاک ہو جاتا عمرؓ، ان کرامات کو دیکھ کر ابی لہب اور ابو جہل کے بعض اقرباء بھی مسلمان ہو گئے اور ان وکلاء نے وطن واپس جا کر متعدد اشخاص کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔

حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تو شہنشاہ ولایت تھے اور آپ کے کمالات روحانی کا بیان قوت بشری سے باہر ہے، آپ کے مسلک ولایت کے غلاموں سے بھی بے شمار کرامات و تصرفات کا اظہار دُنیا میں ہمیشہ ہی ہوا ہے اور تا قیامت ہوتا رہے گا۔ اور یہ شریعت و طریقت محمدیؐ کے تابع رہ کر حصول ولایت و معرفت کے ثمرات ہیں، سچ ہے

"تا داغ غلامیٔ تو داریم

ہر جا کہ رویم پادشاہیم"

عاشقان الٰہی کا درجہ بہت بلند ہے، چنانچہ خطبۂ جمعہ میں غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ جملہ اکثر سنتے رہتے ہیں، طالب الدنیا مونث، طالب العقبیٰ مخنث، طالب المولیٰ مذکر، ان بزرگوں کے نزدیک اصل مردانگی یہی ہے کہ انسان طلب مولیٰ میں زندگی گزارے،

خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرہ العزیز گنج الاسرار معرفت چہارم میں فرماتے ہیں،

"... آدمی کا مجموعہ معرفت نفس و دل و روح ہے نفس جائے شیطانی ہے، دل مجموعۂ فرشتگان ہے اور روح

---

[1] حضرت علیؓ شاہ ولایت تھے ان کا احترام مدنظر تھا۔ ورنہ حضرت عمرؓ خود بھی خلیفہ وقت اور صاحب ولایت تھے۔

نظر گاہ رحمانی ہے یعنی صفت نفس اس جہان کی طلب صفت دل بہشت جاوداں کی طلب اور صفت روح اسرار نہانی کی طلب ہے ......" معین الارواح صفحہ ۲۵۶

نیز اسی کتاب میں مرقوم ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ الانسان سری وانا سرہٗ (یعنی انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا) انسان کامل میری معرفت حاصل کرتے ہیں اور مجھ کو دل میں پہچان لیتے ہیں اور مجھ تک پہونچتے ہیں اگر انسان کامل پیدا نہ ہوتے تو ہژدہ ہزار عالم میں سے کسی کو دُنیا میں میری معرفت حاصل نہ ہوتی۔ کامل انسانوں (مراد اولیاء اللہؒ) کو پیدا کرنے سے میرا یہ مقصد ہے کہ حق شناسی اور حق پرستی ہو اور لوگ مجھے پہچانیں ... " معین الارواح صفحہ ۲۵۴

تصرفات اولیاء اللہؒ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء و ملائکہ ہی کو اس جہان کا والی بنایا ہے اس لئے لفظ "ولی" کا اطلاق اس مومن پر ہو سکتا ہے، جس کے نفس کاملہ میں تصرف فی العالم کی قوت پیدا ہو گئی ہو اور وہ مستجاب الدعوات کے درجہ پر فائز ہو، بالفاظ دیگر "ولایت" فنائے نفسانی کے بعد بندے کا حق سے قریب (واصل) ہونا ہے، اس منصب پہ پہنچ کر حق سبحانہ کی طرف سے اسے قدرت عطا ہوتی ہے اور پھر وہ باذن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے،

حدیث قرب نوافل ہے :-

وَلَا یزالُ العبدُ یتقرّبُ الیّ بالنوافل حتیٰ اکون سمعہ الذی یسمع بی وبصرہ الذی یبصر بی ولسانہ الذی ینطق بی ویدہ التی یبطش بی ورجلہ الذی یمشی بی "

عبد برابر طاعات وعبادات سے تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ میرے اوصاف کا آئینہ بن جاتا ہے اور وہ میرے ذریعہ سُنتا ہے، میں ہی اس کی آنکھ بن جاتا ہوں اور وہ میرے ذریعے بولتا ہے۔ اور میں ہی اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں کہ اس سے وہ حملہ و تصرف کرتا ہے، اور میں ہی اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس کے ذریعہ وہ چلتا ہے۔

اس حدیث قدسی میں مقرب خدا کا قرب اور اس کے اوصاف کی کس قدر صاف وضاحت کی گئی ہے۔ اللہ کا بندہ جب نوافل کے ساتھ اللہ کی نزدیکی حاصل کر لیتا ہے، تو انوار الٰہی اس مقرب بندے پر اس درجہ غلبہ کر لیتے ہیں کہ گو بظاہر تمام افعال اسی بندے سے سرزد ہوتے ہیں، مگر حقیقتاً اس کی سماعت، بصارت، اس کے ہاتھ پاؤں اللہ تبارک وتعالیٰ کے انوار صفات میں گم ہو جاتے ہیں اور اس طرح گم ہو جاتے ہیں کہ وہ سُنتا ہے تو اللہ کی سماعت سے، دیکھتا ہے تو اس کی بینائی سے، پکڑتا ہے تو اسی کے ہاتھ سے اور چلتا ہے تو اسی کے پاؤں سے،

مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کو نہایت عجیب پیرائے میں ادا فرمایا ہے فرماتے ہیں

اللہ اللہ گفتہ اللہ می شود — ایں سخن حق است باللہ می شود

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود — گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اور ان اشعار میں مولانا نے اس حدیث کی بھی ترجمانی کی ہے، جو ترمذی شریف میں ہے، اور جس کا ترجمہ یہ ہے "بہت اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ بظاہر پراگندہ بال پریشان اور غبار آلود ہیں، لیکن اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر قسم کھالیں کہ خدا کی قسم یہ کام اس طرح

ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کام کو اسی طرح کر کے ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔ حدیث اول الذکر میں فنا فی التوحید، فنا فی الذات اور فنا فی الصفات کا ذکر ہے، جب اللہ کا بندہ اپنی ہستی مٹا کر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے تو اس وقت اس کی مدد حقیقتاً اللہ کی مدد ہوتی ہے، اس سے مدد طلب کرنا دراصل اللہ ہی سے مدد طلب کرنا ہے۔ اس کی محبت، بعینہٖ اللہ کی محبت اور اس کی دشمنی اللہ کے ساتھ دشمنی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ من عادیٰ لی ولیاً فقد آذنتہٗ بالحرب (یعنی جس نے دشمنی رکھی میرے کسی ولی سے پس وہ مجھ سے جنگ کے لئے تیار ہو جائے)

اولیاء اللہ کو کوئی خدا نہیں کہتا۔ فنا فی اللہ ہونے کے باعث انہیں وہ قرب حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ ؎

خاصان خدا خدا نباشند　　لیکن ز خدا جدا نباشند

کا مصداق بن جاتے ہیں، اور ان کی قوت ذاتی نہیں ہوتی ہے[1]

اولیا را ہست قدرت از الٰہ　　تیر جستہ باز گرداند ز راہ　　(رومیؒ)

"از الٰہ" کے الفاظ صاف طور پر بتا رہے ہیں کہ ان کی قوت اللہ کی بخشی ہوئی ہوتی ہے، جب اللہ تبارک و تعالیٰ کسی کو اپنا دوست بنا کر اسے تصرف عالم کی قوت عطا فرما دے تو اس کے غلاموں میں سے کسی کو اعتراض و انکار کی مجال کیوں ہو، اور وہ منکر بن کر ابلیس کی ذریت میں شامل ہونا کیوں پسند کرے؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

سورۂ انفال کی مشہور آیت ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ، یعنی (اے رسولؐ) وہ کنکریاں جو تم نے پھینکی تھیں تم نے نہیں اللہ نے پھینکی تھیں، اور سورہ فتح میں ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔ یعنی بے شک وہ لوگ جو تم سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ہے، ان کے ہاتھوں پر (رسول پاکؐ کے ہاتھ کو اللہ اپنا ہاتھ فرما رہا ہے) اور پہلی آیۃ شریفہ میں رسول پاکؐ کے فعل کو خود اپنا فعل فرمایا ہے۔

"غیر اللہ" کی رٹ لگانے والے ان آیات شریفہ کی بھی نہ جانے کیا کیا تاویل فرماتے رہتے ہیں، لیکن ان کی تاویلات تنگ نظری پر مبنی ہیں اور اہل اللہ کا مسلک ہی اس سلسلے میں حق ہے۔

اہل بصیرت جانتے ہیں کہ قرب موجب اتصاف بہ اوصاف ہوتا ہے، جس طرح لوہا جتنا آگ سے زیادہ نزدیک ہوگا اسی قدر اس میں اوصاف آتشی زیادہ ہوں گے، حتیٰ کہ ایک مقام پر یہ کہنا مشکل ہو جاتا ہے کہ لوہا آگ ہے یا آگ لوہا ہے، اسی طرح مقربان حق بھی اپنے مقام اور درجہ کے مطابق فی الجملہ مظہر ذات و صفات باری تعالیٰ اور مستجاب الدعوات ہو کر امور عالم میں متصرف ہو جاتے ہیں، اور اللہ کے حکم سے جو چاہتے ہیں کر سکتے ہیں۔

حضور غوث الاعظم قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں "حق تعالیٰ کا راستہ وہ ہے جس میں نہ مخلوق ہے نہ اسباب نہ اپنی واقفیت نہ کوئی سمت نہ دروازہ، نہ کسی مخلوق کی وہاں ہستی ہے، بس بدن دنیا کے ساتھ، دل آخرت کے ساتھ اور باطن مولا کے ساتھ، باطن حاکم ہوتا ہے قلب پر، قلب حاکم ہوتا ہے نفس مطمئنہ پر، نفس مطمئنہ حاکم ہوتا ہے بدن پر اور اعضائے

---

[1] اہلاک اور ہابیین،

بدن حاکم ہوتے ہیں مخلوق پر، جب بندے کے لئے یہ صحیح اور کامل ہو جاتا ہے، تو جنات، انسان اور فرشتے اس کے زیر قدم ہو جاتے ہیں، کہ سب (دست بستہ اس کے حضور میں) کھڑے ہوتے ہیں، اور وہ مسند قرب میں متمکن ہوتا ہے۔ (انوار القدس)

امور عالم میں تصرفات کی مثالیں تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرامؒ کے مصدقہ حالات میں مذکور ہیں، انبیاء کرامؑ کے تصرفات کو معجزات اور اولیاء عظام کے تصرفات کو کرامات کہتے ہیں، اگرچہ نہ معجزات دلیل نبوت ہیں نہ کرامات دلیل ولایت اس کے باوجود منکرین کو قائل کرنے کے لئے معجزات وکرامات کا اظہار برابر ہوتا رہتا ہے۔ اللہ سے توفیق نیک پانے والے انہیں دیکھ کر ایمان لے آتے ہیں، لیکن ازلی بے ایمان پھر بھی دولت ایمان سے محروم رہتے ہیں، یہ صورت حال ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی، جن کے قلوب کی آنکھ بند ہے، وہ کبھی ان باتوں پر ایمان نہ لائیں گے، لیکن ان کے جھٹلانے سے اللہ رب العزت کی سُنت میں کیا تبدیلی ہو سکتی ہے،

معجزات وکرامات تو اس قدرت وکمال کے وقتی مظاہرے ہیں، جو منجانب اللہ انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو حاصل رہتا ہے، ورنہ حقیقتاً سُنت الٰہی یہی ہے کہ وہ ہمیشہ تدبیر امور عالم اپنے ملائکہ اور اولیائے مقربین کے ذریعہ ہی کرتا ہے، اللہ کے نزدیک مقربین کا درجہ ملائکہ سے زیادہ ہے۔ ملائکہ کی حیثیت ملازمین کی اور مقربین کی دوستوں، محبوبوں اور عاشقوں کی ہے۔ جو خود اللہ کے معشوق ومحبوب بن کر کارخانۂ قدرت کے "مالک" بن جاتے ہیں، ملازموں اور محبوبوں میں جو فرق ہے ظاہر ہے،

علاوہ بریں آدم کو اللہ نے اپنا نائب اور خلیفہ بنایا ہے (آدم سے مراد انسان کامل یعنی اولیاء کرامؒ ہیں) کیونکہ قرآن پاک میں خدا سے غافل انسان کو جانور بلکہ ان سے زیادہ گمراہ کہا گیا ہے) اور بمصداق النائب کالمنوب، خلیفہ اور نائب کے وہی اوصاف اور اختیارات ہوتے ہیں، جو اصل مالک کے ہوتے ہیں، اس لحاظ سے بھی "خلیفۃ اللہ فی الارض" (یعنی اولیاء اللہؒ) باجازت مالکِ حقیقی، امور عالم میں تصرفات کا اختیار رکھتے ہیں، مندرجۂ بالا آیاتِ قرآنی وآیات صحیحہ کے علاوہ متعدد آیات واحادیث اور بھی موجود ہیں، جو اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ مقربین حق کا ارادہ خدا کا ارادہ اور ان کا فعل خدا کا فعل ہوتا ہے۔

علامہ اقبال بھی اس کے معترف ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں،

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ   غالب وکار آفریں کارکشا کارساز
خاکی ونوری نہاد بندۂ مولا صفات   ہر دوجہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل   اس کی ادا دلفریب اس کی نگہ دل نواز
نرم دمِ گفتگو گرم دمِ جستجو!   رزم ہو یا بزم ہو پاک دل وپاک باز

جو اولیاء اللہ جماعت اہل تکوین سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے مقام ومنصب کے لئے تصرفات وخوارق کا ہونا ضروری ہے (کیونکہ ان کے سپرد امور دنیا کا انتظام، معاش خلق کی اصلاح اور دفع بلیات، لیکن دوسری جماعت والے اہل ارشاد کہلاتے ہیں ان کا طرز عمل طرز نبوت ہوتا ہے ان کے سپرد خلق اللہ کی ہدایت وارشاد، اصلاح قلوب اور قرب حق حاصل کرنے کی تعلیم ہوتی ہے ان کا صاحب خوارق ہونا لازم نہیں ان کی کرامات ذوقی ووجدانی ہوتی ہیں، ان کا ادراک عوام کو نہیں ہوتا۔ ان کی صحبت سے مستفید ہونے والے اسے معلوم کر سکتے ہیں۔

نقطۂ پرکار حق مرد خدا کا یقیں　　اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز

عقل کی منزل ہے وہ عشق کا حاصل ہے وہ

حلقۂ آفاق میں گرمی محفل ہے وہ

اور اقبال کے مرشد معنوی عارف رومی کا یہ شعر پہلے نقل ہو چکا ہے،

اولیا را ہست قدرت از الٰہ　　تیر جستہ باز گردانند ز راہ

مزید اشعار یہ ہیں،

ہر ولی را نوح و کشتی باں شناس　　صحبت ایں خلق را طوفاں شناس

یک زمانہ صحبتے با اولیاء　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا　　او نشیند در حضور اولیاء

صحبت صالح ترا صالح کند　　صحبت طالح ترا طالح کند

چشم روشن کن ز خاک اولیا　　تا بہ بینی ز ابتدا تا انتہا

چوں شوی دور از حضور اولیا　　در حقیقت گشتۂ دور از خدا

از حضور اولیا ء گر بگسلی　　تو ہلاکی زانکہ جزوی نے کلی!

سایۂ یزداں بود بندۂ خدا　　مردۂ ایں عالم و زندہ خدا!

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست　　دست او جز قبضۂ اللہ نیست

قال را بگذار و مرد حال شو　　پیش مرد کاملے پامال شو

مر ترا عقلیست جزوی در نہاں　　کامل العقلے بجو اندر جہاں

گر تو سنگ خارہ و مرمر شوی　　چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

ایک مرتبہ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر بغرض زیارت تشریف لے گئے، طواف کرتے ہوئے دل میں خطرہ گذرا کہ نہ معلوم میری حاضری اور توجہ سے حضرت کی روحانیت کو خبر ہے یا نہیں، فوراً مزار مبارک سے آواز آئی اور فصیح عبارت میں یہ اشعار سنے گئے۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن　　من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

مداں خالی از ہم نشینی مرا　　کہ بینم ترا گر نہ بینی مرا

خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ حصول فیضان کے لئے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوا کرتے تھے، چنانچہ زبدۃ المقامات میں اس کا ذکر مفصل موجود ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے رسالہ مبدا و معاد میں فرماتے ہیں کہ سیر سلوک کے وقت حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک میری ممد و معاون رہی، عبارت یہ ہے

و لہٰذا مشائخ عظام روحانیت حضرت قطب الدین بیش از دیگراں امداد فرمود۔ الحق ایشاں در آں مقام شانِ عظیم دارند"

مزارات اولیاء وصلحاء پر حاضر ہونے اور فیض اٹھانے کا ذکر مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تصانیف میں بکثرت موجود ہے حضور خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرہ العزیز جب وارد ہندوستان ہوئے تو ایک ماہ سے زیادہ مزار پُر انوار حضرت داتا صاحبؒ پر مراقب رہے اور روانہ ہوتے وقت مزار اقدس کی جانب منہ کر کے فرمایا:-

فیض بخش ہر دو عالم، مظہر ذاتِ خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

چنانچہ آج تک یہ شعر مزار مبارک حضرت داتا صاحبؒ کے ایک کتبہ میں کندہ ہے

اسی طرح اولیاء اللہ کی زندگی میں اور بعد وصال ان کی روحانیت سے جو حیرت انگیز تصرفات رونما ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں ان کا ذکر بہ کثرت مستند کتب میں موجود ہے حیرت یہ ہے کہ منکرین یا مخالفین ایسی ایسی زبردست شخصیتوں کی شہادت بھی نہیں مانتے جن کا ذکر اوپر ہوا۔ اس صورت میں یہی کہنا پڑتا ہے کہ ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ (یعنی مہر لگادی ہے اللہ نے ان کے قلوب پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے)

حصہ دوم

بعض شارحین نظریہ اقبال کی غلط فہمیاں

صفحات ماسبق میں جو کچھ مذکور ہوا کلام اقبال میں اس کی تائید موجود ہے (بحیثیت مجموعی) صفحات آئندہ میں ہم بعض شارحین نظریہ اقبال کی غلط فہمیوں پر بحیثیت مجموعی کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں، مثلاً

زمان و مکان: صوفیائے کرامؒ کی تحریروں میں "ابوالوقت" اور "ابن الوقت" کی اصطلاحات بھی موجود ہیں، اور ان کی مختصر تصریح بھی علامہ اقبال نے بھی زمان و مکان کی حقیقت سے متعلق متعدد اشعار لکھے ہیں اور اپنے خطبات میں خاص بحث کی ہے، لیکن وہ یہ اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے کہ زمان و مکان کا مسئلہ ہمارے صوفیہ کے لئے کوئی نئی چیز نہیں ہے۔" (خطوط)

اور ایک شعر میں فرماتے ہیں،

مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر

باقی آئندہ

کثرت ایں نقشہا، عرض تجلیہائے اوست
در دو عالم غیر یک نقاش، کس موجود نیست

نتیجہ فکر حضرت اقدس سیدی و مرشدی میرزا مظہر جان جاناں شہید، نقشبندی، مجددی، دہلوی، رحمۃ اللہ علیہ،

۱؎ تفصیل کے لئے دیکھئے پروفیسر سلیم چشتی کی شرحیں